اصلاح کا قرآنی اسلوب

محمد اصغر جاوید*

حضور ﷺ کے خاتم الانبیاء اور حامل ختم الوحی ہونے سے ہدایت ربانی کی ترسیل کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گیا۔ انسانیت اب اپنے وجودِ بیمار کو حیاتِ نو دینے کیلئے نئی بعثت کی محتاج نہیں رہی۔ کیونکہ قرآن کریم کو حدودِ زمان ومکاں کے اثرات سے پاک کر کے خاتم الوحی کا منصب بخشا گیا۔ اور ہمیشہ کیلئے اس کتاب مقدس کی ہدایت دہی کے محفوظ ہونے کو موعود کر دیا گیا۔ یہ خوش بختی امتِ مسلمہ کے حصے میں آئی ہے کہ وہ اس ہدایت ربانی کی وارث ہے۔

اصلاح کے دیگر ذرائع پر قرآن حکیم کو وہ برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ کہ جو کسی اور ذریعہ میں موجود نہیں، یعنی:

* قرآن حکیم اپنی معنوی وسعت اور اثر انگیزی میں بے مثال ہے
* قرآن حکیم اطلاقی لحاظ سے زمانی تفرقات ثلاثۃ (ماضی۔ حال اور مستقبل) کا احاطہ کرتا ہے۔
* قرآنِ حکیم انسانی شعور کے ارتقائی پہلو کو مستحضر رکھتا ہے۔
* قرآن حکیم اپنی ثقاہت کی تصدیق خود کرتا ہے۔
* قرآنِ حکیم کی اثر انگیزی آفاقی، غیر متبدل اور ابدی ہے۔

یہ منصب امت مسلمہ کا ہے کہ وہ اصلاح کے اس قرآنی اسلوب پر خود بھی کار بند رہ کر اپنے مقصود حقیقی کو پائے اور اس کے نشر و فروغ میں بھی اپنا کردار ادا کرے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب سے امتِ مسلمہ نے اصلاح کے اس قرآنی اسلوب سے راہِ فرار اختیار کیا تو قانونِ قدرت کے تحت دولتِ ایام کا اثر امتِ مسلمہ پر ہوا۔ دورِ نبوت و خلافتِ راشدہ کے مثالی زمانے کے بعد جس جس دور میں بھی جس جس شعبے میں امتِ مسلمہ نے اصلاح کے قرآنی اسلوب سے انحراف کیا۔ تو وہ شعبہ حیات زوال کا شکار ہوتا گیا۔ ملتِ

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف لاہور، پاکپتن کیمپس، پاکستان

اسلامیہ اپنے عظیم دورِ اقتدار کے بعد جب زوال کا شکار ہونا شروع ہوئی تو جہاں اس کے زندگی کے دیگر شعبے زوال کی لپیٹ میں آئے تو وہاں دین کے مختلف شعبوں خصوصاً قرآن و سنت کے ساتھ ہمارے تعلق اور فہم کے حوالے سے بھی زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اور ہمارے قلب و عمل میں قرآن و سنت کے حوالے سے بے یقینی پیدا ہونے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امتِ مسلمہ کی انفرادی، اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی زندگی میں اصلاح کی اثر انگیزی مفقود ہو گئی بلکہ عالمی سطح پر امت اِجابت بھی قرآنی ہدایت کے فیضان سے قاصر نظر آنے لگی۔ اصلاح کے قرآنی منہج و اسلوب سے لا تعلق رہنے کی وجہ سے امتِ مسلمہ پر درج ذیل اثرات مرتب ہوئے۔

* معاشرے میں مذہبی اور روحانی اقدار بتدریج زوال کا شکار ہوتی چلی گئیں۔
* مسلم معاشرے میں ایمانی حقائق اور روحانی اقدار کی جگہ مادہ پرستی اور مادی فکر نے لے لی۔
* ایمان، عقیدہ اور اسلام کے بنیادی تصورات کے مسخ ہو جانے کے سبب سے عملی زندگی میں اسلام کے مؤثر ہونے کا تصور دھندلا ہوتا چلا گیا۔

ایسے حالات میں اشد ضرورت ہے کہ اصلاح کے قرآنی اسلوب کے ساتھ امت مسلمہ کے علمی و فکری تعلق کو پھر سے بحال کیا جائے۔ کیونکہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور یہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت اور ان کی ظاہری و باطنی اصلاح و فلاح کیلئے نازل ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا موضوع ہی انسانی نفسیات کی اصلاح ہے۔ تو آیئے سب سے پہلے اصلاح احوال کے لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ذیل میں لفظ اصلاح کا مادہ (Root Word) اس کے لغوی و اصطلاحی معنٰی کی وضاحت کی جاتی ہے۔

اصلاح کا مادہ

اصلاح کا مادہ "ص ل ح" ہے جو کہ "فَتَحَ يَفْتَحُ" اور "نَصَرَ يَنْصُرُ" دونوں ابواب سے آتا ہے اور بعض آئمہ لغت نے اس کو باب "كَرُمَ يَكْرُمُ" سے بھی بیان کیا ہے۔ اکثر آئمہ نے اس کا معنٰی "فساد کو دور کرنا" بیان کیا ہے۔

لغوی معنٰی

لسان العرب میں اصلاح کے درج ذیل معانی بیان کئے گئے ہیں۔

صلح الصلاح ضد الفساد، صلح یصلح و یصلح صلاحاً و صلوحاً والاصلاح نقیض الفساد (۱)

صلح، الصلاح سے مشتق ہے جو کہ فساد کی ضد ہے۔ یہ باب فتح اور نصر سے آتا ہے اس کا مصدر صلاحاً اور صلوحاً اور اصلاح کا معنٰی فساد کے الٹ ہے۔

الصحاح میں اصلاح کے مادے اور معنٰی کے بارے میں درج ذیل وضاحت کی گئی ہے۔

صلح، الصلاح ضد الفساد تقول، صلح و یصلح صلوحاً مثل دخل یدخل دخولاً قال الفراء، وحکی اصحابنا: صلح ایضاً بالضم و الاصلاح نقیض الفساد(۲)

صلح، الصلاح سے ہے فساد کی ضد ہے جیسے تو کہے صلح یصلح صلوحاً، جیسے دخل ید خل دخولاً، فراء نے کہا: ہمارے اصحاب نے بیان کیا کہ صلح ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے اور اصلاح فساد کا اُلٹ ہے۔

تاج العروس میں درج ذیل معنٰی بیان ہوا ہے۔

صلح (الصلاح ضد الفساد) وقدیوصف الأمة ولا یوصف به الانبیاء والرسل علیهم السلام ، وقد (صلح کمنع) وهي افصح علی القیاس (۳)

صلح، الصلاح سے مصدر ہے جو کہ فساد کی ضد ہے، اور اس کو امت سے متصف کیا جاتا ہے، انبیاء اور رسل کو اس سے متصف نہیں کیا جاتا۔ اور صلح یصلح، منع یمنع کی طرح ہے اور علی القیاس اسی میں فصاحت ہے۔

المفردات میں درج ذیل وضاحت کی گئی ہے۔

صلح:الصلاح ضد الافساد وهي مختصان فی اکثر الاستعمال بالأ فعال وقوبل فی القرآن تارة بالفساد وتارة بالسیئه(۴)

صلح، الصلاح سے ہے جو کہ فساد کی ضد ہے ان کا زیادہ تر استعمال افعال (اعمال) کے ساتھ خاص ہے۔ اور قرآن پاک میں کبھی فساد اور کبھی برائی کے مقابل استعمال ہوتا ہے۔

المورد میں اصلاح کا معنیٰ Reformation بیان ہوا ہے اور اصلاح کرنے والا (مصلح) Reformer کہلاتا ہے (۵)

Oxford advance learner میں Reformation درج ذیل معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ agitate for, bring about, a change that removes (۶)

مذکورہ لغوی معانی کی وضاحت سے یہ چیز اخذ ہوتی ہے کہ اصلاح کا لغوی معنی فساد کو ختم کرنا اور بہتری لانا، اور درست کرنا کے ہیں۔

اصلاح کا اصطلاحی مفہوم

اصلاح کا لفظ عام فہم اور کثیر الاستعمال ہے تمام آئمہ لغت نے اصلاح سے درستگی ہی کا مفہوم مراد لیا ہے۔ اس لیے اس کے اصطلاحی معنیٰ میں بھی لغوی معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں اس کے اصطلاحی مفہوم کے حوالے سے چند آئمہ کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

مفسر حافظ ابن کثیرؒ نے اصلاح سے مراد وہی معنیٰ لئے ہیں جو کہ صلح سے متعلق ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح ای یعلم من قصدہ و نیّتہ الافساد اوالاصلاح(۷)

اللہ تعالیٰ بخوبی فساد یا اصلاح کے بارے نیت کو جانتا ہے۔

علامہ حقی اپنی تفسیر روح البیان میں اصلاح کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فان فساد القلوب فی رؤیتہ غیر الحق و صلاحھا فی رؤیۃ الحق(۸)

دلوں کا فساد غیر حق کے دیکھنے میں ہے اور اصلاح قلوب حق کو دیکھنا ہے۔ گویا صاحب روح البیان نے بھی اصلاح کو فساد کے مقابل استعمال کیا ہے۔

تفسیر الحسنات میں اصلاح کے مندرجہ ذیل معنی بیان ہوئے ہیں۔

اصلاح، صلح سے بنا ہے اس کے معنیٰ ہیں درستگی اور اصلاح سے جانی، مالی، نفسانی اور روحانی درستگی مراد ہے۔(۹)

مشہور اردو تفسیر، تفسیر نعیمی میں اصلاح کا درج ذیل معنیٰ بیان کیا گیا ہے۔

اصلاح کا معنیٰ درستی ہے، یہ فساد کا مقابل ہے، اصلاح سے جانی، مالی، نفسیاتی، روحانی ساری درستیاں مراد ہیں۔(۱۰)

تفسیر منہاج القرآن میں اصلاح کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

عقائد و نظریات، اعمال و افعال کے جس نظام سے ارضی زندگی اور سوسائٹی میں عدل و انصاف کی اقدار قائم رہیں، اسی حالت کو اصلاح کہتے ہیں۔(۱۱)

"علم الکتاب" میں اصلاح کے مندرجہ ذیل معنیٰ بیان کیے گئے ہیں۔

"اصلاح سے مراد دل کی اصلاح ہے، پس جس نے اپنے دل کو درست کر لیا پس وہ نیک اور مصلحین میں سے ہے۔"(۱۲)

انیسویں اور بیسوی صدی میں اصلاح کے لفظ کو بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے اس کے بارے میں قاسم محمود لکھتے ہیں۔

"اصلاح کے لفظ کو بعض لوگوں نے "تجدید دین" کے مفہوم میں بھی استعمال کیا ہے، جس کا مطلب اسلامی معاشرے سے ہر قسم کے مشرکانہ افعال اور بے ہودہ رسموں کا قلع قمع کرنا ہے۔ نیکی اور بھلائی کی ترغیب پیدا کرنا ہے، اٹھارویں صدی کے بعد سے اب تک مختلف اسلامی ملکوں میں جو آزادی اور تجدید دین کی تحریکیں اٹھیں۔ انہوں نے اس اصطلاح کو کثرت کے ساتھ اپنایا اور اس کا بھرپور استعمال کیا"(۱۳)

لغوی اور اصطلاحی تعریفات کے جائزے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ "اصلاح" عقائد، اخلاق، عبادات اور معاملات میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو دور کرنے کا نام ہے۔

قرآن پاک میں لفظ اصلاح کا استعمال

اصلاح کا لفظ قرآن کریم میں سات مختلف مقامات پر آیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ(۱۴)

اور آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرمادیں: ان (کے معاملات) کا سنوارنا بہتر ہے۔

إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ(۱۵)

سوائے اس شخص (کے مشورے) کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیتا ہے

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (۱۷)

میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے (تمہاری) اصلاح ہی چاہتا ہوں۔

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا(۱۸)

اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں

إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا(۱۹)

اگر وہ دونوں (مُنصِف) صلح کرانے کا اِرادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا(۲۰)

اور زمین میں اس کے سنور جانے (یعنی ملک کا ماحولِ حیات درست ہو جانے) کے بعد فساد انگیزی نہ کرو

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَالِكُمْ خَيْرٌ (۲۱)

اورزمین میں اس (کے ماحولِ حیات) کی اصلاح کے بعد فساد بپانہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔
اصلاح قرآن پاک کی ایک عام فہم اصطلاح ہے، جو قرآن مجید میں فساد کے مقابل استعمال ہوتی ہے۔

اصلاح کی ضرورت واہمیت

اصلاح قرآن و حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ اور بڑی شرح و بسط کے ساتھ انسان کو اس کے منصب سے آگاہ کرنے اور اس کے بگڑے ہوئے احوال و افعال کی اصلاح کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا(۲۲)

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی۔

اسی طرح سورۃ الاعراف میں فرمایا

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ (۲۳)

اورزمین میں اس (کے ماحولِ حیات) کی اصلاح کے بعد فساد برپانہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے
سورۃ الاعراف کی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ماوردی فرماتے ہیں۔ ”اصلاح کے بعد فساد فی الارض کے بارے میں چار اقوال ہیں“

۱) اصلاح ایمان کے بعد فساد کفر برپا نہ کرنا۔ ۲) اصلاح اطاعت کے بعد نافرمانی کا فساد نہ کرنا۔ ۳) اصلاح عدل کے بعد فساد ظلم نہ کرنا۔ ۴) بقائے حیات کے بعد قتل مومن کا فساد برپا نہ کرنا۔ (۲۴)

بعثتِ انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد جہاں کفروشرک کا خاتمہ ہے وہاں انسانی احوال وافعال میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی اصلاح کرنا بھی ہے۔

احمد مصطفی المراغی لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے انسانی حالت کی اصلاح کیلئے انبیاء ورسل کو مبعوث کیا۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد سلسلہ نبوت اپنے اختتام کو پہنچا۔ حضور ﷺ نے عقائد، اخلاق و آداب کی اصلاح وہدایت کی اور یہ اصلاح نہ صرف روحانی تھی بلکہ جسمانی بھی تھی"۔(۲۵)

بعثت انبیاء کا مقصد بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر وھبہ الزحیلی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اصلاح احوال کیلئے رسول مبعوث ہوئے اور مصلحین نے انکی اتباع کی(۲۶)

گویا انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد جہاں اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا تھا وہاں پر ان کے بگڑے ہوئے احوال کی اصلاح کرنا بھی انکی ذمہ داری میں شامل تھا۔

سنت انبیاء کرام علیہم السلام

اصلاح کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ ہر نبی نے اپنے پیروکاروں کو دعوت الی الحق اور اصلاح احوال کی طرف بیک وقت متوجہ کیا۔

حضرت ھود علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ.(۲۷)

میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے (تمہاری) اصلاح ہی چاہتا ہوں۔

علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ماأُريد الاأن أصلحكم بموعظتي و نصيحتي و أمري بالمعروف و نهي عن المنكر(۲۸)

میرا کوئی ارادہ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے وعظ ونصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے تمہاری

اصلاح کروں۔

امام شوکانیؒ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں

ماارید بالامر و النهي الا الاصلاح لکم و دفع الفساد فی دینکم و معاملا تکم(۲۹)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے میرا کوئی اور ارادہ نہیں سوائے تمہاری اصلاح کے اور تمہارے دینی دنیاوی معاملات سے فساد کو دور کرنے کے

اصلاح ذریعہ نجات

اصلاح کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی حد تک تو اصلاح کرتے ہیں لیکن دوسروں میں نیکی نہیں پھیلاتے۔ وہ خود تو بدی سے بچتے ہیں لیکن معاشرے میں بدی کو برداشت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگوں کی نیکی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ دنیا میں نیکی کو مٹتے اور بدی کو فروغ پاتے ہوئے دیکھیں وہ نیکی اختیار بھی کرتے ہیں اور اسے دوسروں میں پھیلاتے بھی ہیں۔

اسی طرح اگر معاشرے میں بدی ہوتے دیکھیں اور اس سے سمجھوتہ کرلیں تو اللہ کا عذاب ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

عن هُشَيم: وإني سمعت رسولَ الله - صلَّى الله عليه وسلم - يقول: "ما مِن قومٍ يُعمَلُ فيهم بالمعاصي، ثم يَقدِرُونَ على أن يُغيِّروا، ثم لا يُغيِّروا إلا يوشِكُ أن يعمَّهُمُ الله منه بعقاب"(۳۰)

جس کسی قوم میں خدا کی نافرمانی ہوتی رہے اور اس میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اس کو بدل سکتے ہیں اور پھر بھی وہ نہ بدلیں تو بہت جلد اللہ ان پر اپنا عذاب بھیج دے گا۔

ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

حدثنا سیف قال سمعت عدی بن عدی الکندی یحدث عن مجاہد قال سمعت رسول اللہ ﷺ؛ ان اللہ عزوجل لا یعذب العامة بعمل الخاصة فی یرواالمنکربین ظھراینھم وہم قادرون علی ان ینکروہ فلا ینکروہ فاذا فعلوا ذلک عذاب اللہ الخاصة والعامة

مجاہد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل (بد) کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا تا آنکہ وہ اپنے درمیان منکر کو دیکھیں اور قدرت کے باوجود اس کو نہ روکیں۔ پس جب ان کی روش یہ ہو جائے تو خدائے تعالیٰ خواص اور عوام پر اپنا

عذاب نازل کر دیتا ہے۔

یہ احادیث ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کا عذاب یا تو کسی قوم کے اُن لوگوں پر آتا ہے جو منکرات میں مبتلا ہوں یا ان لوگوں پر جو منکرات کو مٹانے کی طاقت کے باوجود ان کو مٹانے کی کوشش نہ کر رہے ہوں۔ اور اصلاح کرنے والا اپنے آپ کو اس عذاب سے بچالیتا ہے گویا اصلاح ذریعہ نجات ہے۔

امت کی ذمہ داری

اس صورت میں مختلف امتوں اور خصوصاً امت مسلمہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اصلاح احوال کی اپنی سی کوششوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ کرے۔ باوجود اس کے کہ قرآن پاک نے حق و باطل کی داستانیں بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب کوئی گروہ اصلاح احوال کی کوشش کرتا ہے تو اس کے خلاف اصحاب غرض قدم قدم پر مشکلات پیدا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا:فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ(۳۲)

ایسے لوگوں کے بعد وہ لوگ آئیں گے جن لوگوں نے اپنی نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی ایسے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور ان کے غلط اثرات کو پھیلنے سے روکنا، ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو صحیح معنیٰ میں خدا پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اگر ایسے قبیح حالات میں بھی کسی کے اندر اصلاح کی تڑپ نہیں پیدا ہوتی اور وہ اس صورت حال کو بدلنے کیلئے بے چین نہیں ہوتا تو اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر مومنین کے فریضے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ(۳۳)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ان میں سے بعض بعض کی دوست ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اصلاح کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوئی ہے کہ جب انسان اس دنیا میں آنے کے مقصد سے انحراف کر لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ صراط مستقیم سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اپنی تخلیق کے مقصد کو بھی بھول جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے نفس کی اتباع کرنے لگ جاتا ہے جس کے نتیجے میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اصلاح کی اہمیت اور احادیث مبارکہ

کتاب مبین میں جس طرح فریضہ کی ضرورت و اہمیت بیان کی گئی ہے اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ سے بھی اصلاح کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں حضور ﷺ نے اسلام کے اجنبی ہونے کا بیان کیا ہے کہ جب اصلاح کی ذمہ داری سے لوگ غافل ہونے لگیں گے تو اسلام غیر مانوس ہو جائیگا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

بدأ الاسلام غریبا و سیعود کما بدأ غریباً فطوبیٰ للغرباء(۳۴)

اسلام غریب شروع ہوا تھا اور عنقریب اجنبی رہ جائے گا پس خوشخبری ہے غریبوں کیلئے۔

دین کے اجنبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت کے وقت جس طرح جاہلیت کا غلبہ تھا، اسی طرح بعد کے دور میں جاہلیت کا غلبہ ہو جائیگا۔ ذہنوں پر افکار چھا جائینگے۔ چنانچہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ جن کو آپ خوشخبری دے رہے ہیں وہ کون ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

أناس صالحون فی أناس سوء کثیر من یعتصمهم أکثر ممن یطیعهم(۳۵)

یہ وہ نیک لوگ ہیں جو ان کثیر لوگوں میں تھوڑے ہیں جو نافرمانی کرتے ہیں۔

اسی طرح دین کے اجنبی ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ تھوڑے لوگ ہونگے جو اصلاح کا کام کریں گے۔ یہ خدا کے وہ نیک بندے ہونگے جو تاریکی میں روشنی کا چراغ جلاتے ہیں اور اندھیری رات میں بھٹکے ہوئے مسافروں کو منزل کا پتہ دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے بگڑے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ ان کو مصلحین کا لقب دیا گیا ہے اور جب نبی مکرم ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ مصلحین کون ہیں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الذین یصلحونماافسدالناس من سنتی(۳۷)

وہ (مصلحین) اصلاح کریں اس بگاڑ کی جو لوگ میری سنت میں پیدا کر دیں۔

اُمت کی ہلاکت کا سبب

جب کسی امت کے لوگ اصلاح احوال کی ذمہ داریوں سے غافل ہونے لگیں تو ہلاکت و بربادی ان

کے سروں پر منڈلانے لگتی ہے۔ اس کی وضاحت حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔
نبی اکرم ﷺ سے حضرت زینب بنت جحشؓ نے پوچھا۔

أنهلک و فینا الصالحون، قال نعم اذاکثر الخبث(۳۸)

کیا ہم ہلاک ہو جائینگے جبکہ ہمارے اندر نیک لوگ بھی موجود ہوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں، جب کہ بدی بہت بڑھ جائے۔

گویا جب معاشرے سے اصلاح احوال کی کوشش ختم ہونے لگے، علماء اپنے فرض منصبی سے غافل ہونے لگ جائیں۔ علم کاروبار بن جائے۔ عمل سے خالی وعظ و نصیحت باقی رہ جائے، تو سمجھو کہ ہلاکت و بربادی اس امت کا مقدر بن جاتی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہر دور میں انسان اور معاشرے کے احوال میں بگاڑ پیدا ہوتا رہا ہے۔ جس کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو مبعوث کیا۔ جنہوں نے معاشرے سے ہر قسم کے بگاڑ کو دور کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اصلاح کی یہ ذمہ داری حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کو سونپی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اولیاء و صلحاء کی ایسی جماعتیں معاشرے میں موجود رہیں جنہوں نے انسانی بگاڑ کو دور کرنے کیلئے کوششیں کیں۔

اصلاح کا قرآنی اسلوب

اللہ تعالیٰ یوں تو ہر نبی کے ذریعے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مختلف شکلوں میں مذہبی تعلیمات پر مبنی احکامات نازل فرماتا رہا۔ لیکن خالق کائنات نے محسن و مقصود کائنات حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے امت مسلمہ کو جس آخری، حتمی، مکمل اور جامع ترین دین سے نوازا، اور جو دستور حیات، قرآن پاک کی شکل میں عطا کیا وہ اپنے اندر ایک جامع اور مکمل اسلوب اصلاحِ انسانی رکھتا ہے۔ ان احوال انسانی کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے، معاشرتی زندگی سے ہو یا انفرادی و اجتماعی زندگی سے، الغرض اگر انسان ایک دوسرے کا حق کامل طور پر ادا کرے تو اس سے انسان کے افعال و اعمال اور اخلاق و معاملات میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر ایمانیات اور عبادات کے تقاضے پورے کیے جائیں تو انسان کے اعمال بھی درست ہونگے اور اخلاق بھی اچھے ہونگے۔

معاشرے میں رہتے ہوئے انسان اپنی معاشی حالت کو بہتر کرنا چاہتا ہے، اب وہ کیسے کرے؟ اس کے لیے قرآن نے بہترین اسلوب عطا کیا ہے۔ کہ روزی کمانے کے جائز ذرائع ہر انسان کے لیے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ معاشی میدان میں جدوجہد کا سب کو مساوی حق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرنا شروع کیے جائیں تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا اور وہ تباہ و برباد ہو جائیگا۔ چنانچہ معاشرے کو محفوظ و توانا بنانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

سود حرام اور اس کی ہر شکل بھی حرام ہے خواہ کوئی بھی صورت ہو سودی کاروبار کی خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو قطعی ممانعت ہے، کیونکہ سود لینا اور دینا بالکل حرام ہے، آج ہمارے معاشرے میں الاماشاء اللہ ہر فرد اس میں مبتلا ہے جبکہ قرآن مجید نے اس کو حرام قرر دیا ہے۔

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا(۴۰)

اللہ تعالیٰ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اسی طرح ملاوٹ بھی ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہے۔ جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

من غش فلیس منا(۴۱) جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی اور قرآن

انفرادی زندگی کے علاوہ قرآن مجید نے اجتماعی زندگی گزارنے کا اسلوب بھی عطا فرمایا ہے۔ مساوات باہمی ہو یا معاشی جدوجہد، قرآن مجید نے اس کا بھی تفصیل سے اسلوب بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا(۴۲)

اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔

انفرادی زندگی سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اور کسی بھی معاشرے سے ایک ملت اور قوم وجود میں آتی ہے۔ اور امت مسلمہ وہ امت ہے جس کو اللہ رب العزت نے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا ہے۔

پس اس کی اجتماعی ذمہ داریوں کا بیان کرتے ہوئے فرمایا

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۴۳)

تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے منع کرتے ہو۔

لہٰذا اجتماعی زندگی کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں حسن ظن رکھیں کسی کو بھی اپنی طرف سے ناحق تکلیف نہ ہونے دیں۔ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال رکھیں اور اپنی تکالیف کو معاشرے کی اصلاح کے لیے قربان کر دیں۔ کیونکہ بہترین امت کا وصف پانے والی قوم لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔

اسی طرح اگر ہم قرآن پاک کا بغور مطالعہ کریں تو وہ انسان کے احوالِ ظاہری کے ساتھ ساتھ احوالِ باطنی کی اصلاح کو بھی بیان کرتا ہے۔ اور احوال باطنی کا تعلق انسان کی اخلاقیات سے ہے اور اخلاق ہی وہ اعلیٰ اقدار ہوتی ہیں جن سے انسان کے احوال کو نکھارتا ہے۔ اور وہ معاشرے میں صالح کی حیثیت سے جنم لیتا ہے۔ قرآن پاک نے ان اخلاقی تعلیمات کی اصلاح کا ایک مکمل چارٹر عطا کیا ہے۔ وہ قرآنی اخلاقیات درج ذیل ہیں۔

۱) سچ بولنا ۲) جھوٹ کی برائی ۳) علم بے عمل کی مذمت ۴) عام عفوو درگذر ۵) توکل ٦) صبر ۷) خدا کی راہ میں جان دینا ۸) سخاوت ۹) بخل کی برائی ۱۰) حق پر استقامت ۱۱) شکر ۱۲) اسراف اور فضول خرچی کی ممانعت ۱۳) میانہ روی کی تاکید ۱۴) عزیزوں، قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی ۱۵) امانت ۱٦) وعدہ کا ایفاء کرنا ۱۷) معاہدوں کا لحاظ رکھنا ۱۸) نیکی کی بات کرنا ۱۹) لوگوں میں محبت پیدا کرنا ۲۰) کسی کو برا بھلا نہ کہنا ۲۱) کسی کو نہ چڑانا ۲۲) نہ برے ناموں سے یاد کرنا ۲۳) والدین کی خدمت اور اطاعت ۲۴) حق گوئی ۲۵) انصاف پسندی ۲٦) سچی گواہی دینا ۲۷) گواہی کو نہ چھپانا ۲۸) نرمی سے بات کرنا ۲۹) صلح جوئی ۳۰) آنکھیں نیچی رکھنا۔

اخلاقیات در حقیقت صفات الٰہی کا سایہ ہیں اور اسی کی صفات کاملہ کے ادنی ترین مظاہر ہیں۔ انہی اخلاق کو اچھا کہا جائے گا اور وہ معاشرے سے فساد اور بگاڑ کو دور کر کے معاشرے کو جنت نظیر بنا سکتا ہے جو

صفات ربانی کا عکس ہونگے۔ اور ان اوصاف کو برا کہا جائے گا اور اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گا، جو صفات خدا کے منافی ہونگے لہٰذا انسان کو اپنے احوال کی اصلاح کیلئے قرآنی اسلوب کو اپنانا از حد ناگزیر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک نے انسان کی اصلاح اور ہدایت وراہنمائی کیلئے جو اسلوب اختیار کیا وہ بہت جامع اور ہمہ جہت ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو قرآن مجید نے تشنہ چھوڑا ہو۔ انسانی مزاج اور عقل و فہم کو نشان منزل اور اس تک رسائی عطا کرنے کیلئے قرآن کریم کا اسلوب انتہاء درجے کی خالصیت اور دلسوزی پر مبنی ہے، جن ذرائع ابلاغ سے عقل انسانی مانوس ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے انہی ذرائع کو انسانی ہدایت کیلئے استعمال کیا۔ چاہے وہ ذریعہ ایک بہترین اور پر حکمت داعی کو دعوت کی شکل میں ہو یا خوبصورت طرزِ استدلال کی شکل میں یا با معنی امثال اور با مقصد قصص کی صورت میں ہو، قرآن نے ہر اسلوب کو انوکھے اور دل موہ لینے والے انداز سے پیش کیا۔ قرآن مجید نے نسل انسانی کو جو ضابطہ حیات عطا کیا اس کو اپنانے سے دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی نصیب ہوتی ہے۔ اگر اس ضابطہ حیات کو پس پشت ڈال دیا جائے تو اس سے انسانی احوال بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) الافریقی، ابن منظور، (م ۷۱۱ھ)، **لسان العرب**، دار لکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۸۸ء، ۲/ ۲۱۰

(۲) ابی نصر اسماعیل بن حماد الجوھری، م ۵۳۹۸، **الصحاح**، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، س ن، ۱/ ۳۳۷

(۳) الزبیدی، محمد مرتضی، **تاج العروس من جواہر القاموس**، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۳۴۱ھ، ۲/ ۱۸۲

(۴) راغب اصفہانی، **المفردات فی غریب القرآن**، دار القلم دمشق، ۱۹۸۳ء، ۳۸۹

(۵) منیر البعلبکی، **المورد قاموس الکلیزی**، ۲۰۰۱ء، دار العلم للملایین بیروت، ۷۷۰

(۶)Oxford advanced leaners, Dictionary of current English,chief editor: AP Cowie,, oxford university press p. ۱۲۳۴

(۷) ابن کثیر، عماد الدین، حافظ، **تفسیر القرآن العظیم**، (ترجمہ) ادارہ ضیاء المصنفین، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۰۰ھ، ۱/ ۲۵۷

(۸) اسماعیل حقی البروسوی، (م ۱۱۳۷)، **تفسیر روح البیان**،، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۲۸ء، ۳/ ۲۱۶

(۹)علامہ سید محمد احمد قادری، **تفسیر الحسنات**،،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور،۱۹۹۳ء،۱/۳۵۷

(۱۰) نعیمی،احمد یار خان، **تفسیر نعیمی**،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور،(س ن)۴۴۲

(۱۱)طاہر القادری،ڈاکٹر، محمد، **تفسیر منہاج القرآن**، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور،۲۰۰۵ء،۲۸۸

(۱۲)خواجہ میر درد، م۱۷۸۵، **علم الکتاب**،(مترجم)ڈاکٹر عبد اللطیف ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور،۱۹۸۷ء،۲/۶۹۰

(۱۳)سید قاسم محمود، **اسلامی انسائیکلوپیڈیا**، مکتبہ الفیصل پاکستان،۲۰۱۶ء، ص۲۳۴

(۱۴)البقرہ۲:۲۲۰

(۱۵)النساء۴:۱۱۴

(۱۶)ھود۱۱:۸۸

(۱۷)البقرہ۲:۲۲۸

(۱۸)النساء:۳۵۴

(۱۹)الاعراف۷:۸۵

(۲۱)آل عمران۳:۸۹

(۲۲)الاعراف۷:۸۵

(۲۳)الماوردی، ابی الحسن علی بن محمد،(م ۴۸۰ھ)، النکت والعیون ، **تفسیر ماوردی**، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان،(س ن) ۲/۲۳۱

(۲۴)احمد مصطفی المراغی، **تفسیر المراغی**، دار الفکر بیروت لبنان،۲۰۰۷ء، س ن،۳/۱۷۸

(۲۵)الدکتور وھبہ الزحیلی۔ **تفسیر المنیر فی العقیدۃ الشریعۃ والمنہج**، دار الفکر المعاصر بیروت لبنان،۱۴۲۰ھ،۸/۲۴۰

(۲۶)ھود،۱۱:۸۸

(۲۷)امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری، **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، قاہرہ مصر**،۱۳۷۳ھ،۲/۳۹۷

(۲۸)محمد بن علی بن محمد الشوکانی، فتح القدیر، دار الفکر بیروت لبنان،۱۴۲۱ھ،

(۲۹) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ، م ۴۷۵ھ ، **السنن** ، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی ،موسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان،۱۴۰۸ھ، س ن، رقم ۴۳۳۸

(۳۰)احمد بن حنبل ، ۲۴۱۲ ھ ، "**المسند** "حدیث عدی بن عمیرہ الکندی ، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان،۱۳۹۸ھ ، رقم ۱۷۷۵۶

(۳۱)مریم،۱۹:۵۹

(۳۲)التوبۃ۹:۸۱

(۳۳)مسلم ، ابوالحسین ابن الحجاج قشیری ،**الجامع الصحیح** ، کتاب الایمان، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ، رقم ۱۴۵

(۳۴)احمد بن حنبل، ۲۴۱۲ھ، "**المسند**" کتاب الایمان، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۳۹۸ھ، رقم ۶۶۵

(۳۵)ایضاً

(۳۶)بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الفتن، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۰۱ھ، رقم ۳۱۶۸

(۳۷)المائدہ ۵:۹۰

(۳۹)البقرہ ۲:۲۷۸

(۴۰) مسلم، ابوالحسین ابن الحجاج بن مسلم نیشاپوری، **الجامع الصحیح**، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غش فلیس منا، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ، رقم ۱۰۱

(۴۱)البقرہ ۲:۱۴۳

(۴۲) آل عمران ۳:۱۱۰